تفسیر نورالعرفان (قسط ۲۵)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''خدا کے محبوب ہیں اور خدائی کے محبوب۔ لکڑیاں، پتھر، جانور بھی حضور کے فراق میں روتے تھے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص816)

صحیح بخاری (۹۱۸) وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا، تو آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوتے تھے، تو کھجور کا تنا بلبلانے لگا، آپ نے ان کے ساتھ معانقہ کیا، تب جا کر وہ خاموش ہوا۔

اس کے علاوہ کسی لکڑی، پتھر یا جانور کا آپ کے فراق میں رونا ثابت نہیں۔

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''امام مالک مدینہ منورہ کی زمین میں کبھی گھوڑے وغیرہ پر سوار نہ ہوئے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص816)

ثابت نہیں۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیبر میں حضرت علی مرتضی حیدر مشکل کشا نے جو بہادری کا مظاہرہ کیا، وہ اس کی روشن مثال ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص819)

یہ شیعیت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو ہے۔ علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا نہیں۔ جو خود شہید ہو جائے، جس کے دو بیٹے بھی شہید کر دیے جائیں، لوگ ان کے مرثیے پڑھیں، وہ مشکل کشا کیسے؟

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ قرآن کریم میں چار جگہ لفظ محمد آیا ہے، اللہ کے حروف، محمد کے حروف، فرشتوں کے سردار، آسمانی کتابیں، کتاب والے رسول، چار ہیں۔ انسان کا خمیر بھی چار چیزوں سے ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص821)

یہ ملحدین کا طرز تفسیر ہے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کا نام رب نے محمد رکھا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص821)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمد'' آپ کے گھر والوں نے رکھا۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهٖ أَهْلِي .

''میرا نام محمد ہے، یہ نام میرے گھر والوں نے رکھا۔''

(صحيح مسلم : 315)

⑥ مفتی صاحب سورت حجرات (۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''بعض صحابہ نے بقرعید کے دن حضور سے پہلے، یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر

لی اور بعض صحابہ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ شروع کر دیتے تھے، ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص822)

ثابت نہیں۔ صرف سیدنا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرمایا۔

(صحيح البخاري : 955، صحيح مسلم :1961)

⑦ مفتی صاحب سورت حجرات (۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''بعض ادب والے لوگ بزرگوں یا قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، ان کا ماخذ یہ آیت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص822)

اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو آیات سے استنباط کی اجازت نہیں، اسلاف امت نے قرآن مجید کی تعبیریں پیش کر دی ہیں، انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ ائمہ مسلمین سے تجاوز جائز نہیں۔

ادب وہ ہے، جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ بزرگوں یا قرآن مجید کو پیٹھ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں بے ادبی کا کوئی پہلو نہیں۔

دراصل قرآن کو پیٹھ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکامات کو نظر انداز کر دینا۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صوفیا فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کچھ شکایت کی تھی، جس کی توبہ اس طرح کہ بحکم پروردگار انہیں سجدہ کیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص824)

صوفیا کی یہ بات درست نہیں۔ یہ سجدہ توبہ کے لیے نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اس میں کیا حکمت تھی؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر رب کو دیکھنا ہے، تو حضور کو دیکھو، اگر رب سے کچھ کہنا ہے، تو حضور سے کہو، اگر رب کے ساتھ بیٹھنا ہے، تو حضور کی بارگاہ میں بیٹھو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص826)

یہ کفریہ عبارت ہے۔

⑩ مفتی صاحب سورت حجرات (۱۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''یا یہاں ایمان سے مراد حضور ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص826)

یہ تفسیر سلف سے ثابت نہیں۔

⑪ مفتی صاحب ق (۱۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی ہمارا علم وقدرت اس رگ سے زیادہ قریب ہے، جس میں خون جاری ہوکر بدن کے ہر حصہ میں پہنچتا ہے، پھر ہم انسان سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں، خیال رہے کہ رب تعالیٰ مکانی قرب سے پاک ہے، کیونکہ وہ مکان وجگہ سے پاک ہے، یہاں علم وقدرت مراد ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص828)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ق: ١٦)

''ہم اس (قریب الموت) سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔''

❀ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ (الواقعة: ٨٥)

''ہم تم سے زیادہ اس (مرنے والے) کے قریب ہیں۔''

ان آیات بینات کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، درست نہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت والجماعت کی دو آرا ہیں؛

بعض نے اس سے مراد فرشتے اور بعض نے اللہ کا علم لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، مخلوق سے جدا ہے، اس کا علم اور قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ دور سے سننا، دور سے دیکھنا اللہ کی صفت ہے، یہ محض غلط ہے، دور سے وہ سنے یا دیکھے، جو دور ہو، وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص828)

مفتی صاحب کی عبارت محض تکلف ہے۔ دور سے دیکھنا اور سننا ہمارے اعتبار سے ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے دور نزدیک برابر ہیں۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث میں ہے کہ دعا سے قضا بدل جاتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص829)

اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ اور صحابہ کرام نماز جماعت کے بعد اس قدر بلند آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے کہ تمام محلّہ گونج جاتا تھا (مسلم)۔''

(تفسیر نور العرفان، ص830)

ذخیرہ حدیث میں یہ روایت ثابت نہیں۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا میں مومن شریعت کے باغات، طریقت کے چشموں میں رہتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص831)

طریقت باطنی صوفیا کی گمراہ کن اور بدعی اصطلاح ہے۔ مؤمن اس سے ناواقف ہوتا ہے۔ شریعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا ہے۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اونٹنی کے ذبح کے بعد صالح علیہ السلام نے انہیں خبر دی کہ اب تم تین دن جئو گے ......معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو لوگوں کے موت کے وقت اور جگہ اور موت کی نوعیت، سب کا پتا ہوتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص834)

یہ مقام نبوت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر وحی سے بات کرتا ہے، اسے وحی کے ذریعے مستقبل کے کئی اُمور سے باخبر کر دیا جاتا ہے۔ جس پر وحی نہیں آتی، وہ یہ باتیں کیسے کر سکتا ہے۔

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت حسان فرماتے ہیں: ضَمَّ الْإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ بِاسْمِهٖ۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص834)

یہ شعر دیوان حسان (ص۵۴) میں درج ہے۔ سند معلوم نہیں ہو سکی۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یا مجنون کے معنی ہیں مستور، یعنی چھپا ہوا۔ نہ حضور مخلوق سے چھپے ہیں، نہ مخلوق حضور سے چھپی، مخلوق کیا چھپتی، آپ سے تو خالق بھی نہ چھپا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص837)

یہ آیت کی تحریف ہے۔ اس عبارت سے گمراہی ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں مجنون کا معنی مستور کرنا بری تاویل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ سے بھی نہ چھپ سکے، گستاخانہ جملہ ہے، العیاذ باللہ!

⑲ مفتی صاحب سورت طور (۳۰) لکھتے ہیں:

''جیسے گزشتہ شاعروں کے نام دنیا سے مٹ گئے، حضور کے بعد ان کا نام بھی چھپ جائے گا، نعوذ باللہ! وہ تو ایسے سچے سورج ہیں کہ جس پر ان کی تجلی پڑ جائے، وہ زندہ جاوید بن جاوے۔ دیکھ لو حضور غوث پاک و امام حسین رضی اللہ عنہما۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص838)

بلاشبہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے، آپ کی خدمت کرنے والے اور آپ کا اتباع کرنے والوں کا نام زندہ و جاوید رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ تجلی صرف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی؟ ان دو بزرگ ہستیوں کو بطور خاص ذکر کرنے کی وجہ؟ بے شک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا عالی مقام ہے، مگر اپنے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ کرام سے عالی نہیں، لہٰذا اہل سنت والجماعت کا صحابہ کرام کے بارے میں جو توسط ہے، اسے برقرار رکھا جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ولی اللہ ہیں، آپ کی بے شمار

کرامات ہیں، مگر آپ کو غوث پاک قرار دینا غلو ہے اور راہِ اعتدال سے انحراف ہے۔

⑳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فنا فی اللہ کے درجہ میں ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص839)

یہ گمراہ کن باطنی صوفیا کی اصطلاح ہے۔''فنا فی اللہ'' جیسی اصطلاحات عام مسلمان کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ انہیں انبیائے کرام علیہم السلام اور بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کی جائیں۔ مقام نبوت کا احترام چاہیے۔

㉑ مفتی صاحب سورت نجم (۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''ان آیات میں حضور کی معراج جسمانی کا ذکر ہے، یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کے بلند کناروں سے ہوتے ہوئے عرش بریں پر جلوہ افروز ہوئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص840)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج حقیقی، جسمانی اور حالت بیداری میں ہوئی، لیکن آپ کا عرش پر پہنچنا ثابت نہیں۔ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے ہیں۔

㉒ مفتی صاحب سورت نجم (۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس میں محبوب اور نور رب العالمین میں انتہائی قرب بتانا مقصود ہے، اہل عرب انتہائی نزدیکی بیان کرتے ہیں، تو یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ دو کمانوں یا دو ہاتھوں تک پہنچ گیا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب کسی کو آغوش محبت میں لینا ہوتا ہے، تو دونوں ہاتھوں کی کمانیں ملا کر دائرہ بنا لیتے ہیں اور بیچ میں محبوب کو لے کر گلے لگاتے ہیں، یعنی رحمت الٰہی نے اپنے محبوب کو اپنی آغوش میں لے کر

ایسا گلے لگایا، جیسے پیارا پیارے سے گلے ملتا ہے، یا جیسے دائرہ مرکز کو اپنے میں لے لیتا ہے، خیال رہے کہ دو کمانوں کے ملنے سے دائرہ بن جاتا ہے۔ اس وقت نظارہ یہ تھا کہ چہار طرف رحمت خدا، نور خدا، بیچ میں حضور محمد مصطفیٰ تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص840)

یہ تحریف و الحاد ہے۔ آیت کی صحیح تفسیر وہی ہے، جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔

❀ ابو اسحاق شیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾(النّجم : 10)، قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى جِبْرِيلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ .

''میں نے زر بن حبیش رحمہ اللہ سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ ''پس دو کمانوں یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا، تو اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔'' تو زر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمیں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پَر تھے۔''

(صحيح البخاري : 4857، صحيح مسلم : 174)

فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ❁ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ (النجم: ۱۰) ''وہ (نبی اکرم ﷺ سے) دو کمانوں کے درمیانی فاصلے پر تھا یا اس

سے بھی قریب۔ پھر اس نے اس کے بندے کی طرف وہ وحی کی، جو اس نے وحی کی تھی۔‘‘
سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ .

’’یہ تو جبریل علیہ السلام ہیں، میں نے انہیں ان کی اصلی تخلیقی صورت میں صرف دو مرتبہ ہی دیکھا ہے، میں نے انہیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، انہوں نے سارے افق کو بھرا ہوا تھا، زمین و آسمان میں اللہ کی سب سے بڑی مخلوق۔‘‘

(صحیح مسلم : 177)

❀ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ : فَاقْتَرَب جِبْرِيلُ إِلٰى مُحَمَّدٍ لَمَّا هَبَطَ عَلَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ حَتّٰى كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابَ قَوْسَيْنِ .

’’یعنی جب جبریل علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین کی طرف اُترے، تو اتنا قریب ہوئے کہ جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو کمانوں کے درمیانی فاصلہ رہ گیا۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : 22/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰكَذَا هٰذِهِ الْآيَةُ :﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾، وَهٰذَا الَّذِي

قُلْنَاهُ مِنْ أَنَّ هٰذَا الْمُقْتَرِبَ الدَّانِي الَّذِي صَارَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، هُوَ قَوْلُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

''اسی طرح یہ آیت ہے ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ (یعنی یہاں جبریل علیہ السلام مراد ہیں)۔ اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہونے والے جبریل علیہ السلام ہی تھے، تو یہ ام المومنین سیدہ عائشہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابوذر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔''

(تفسير ابن كثير: 22/6)

❀ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ❊ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔''

(صحيح البخاري: 4856، صحيح مسلم: 174)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس رؤیت کی نفی کی ہے، اس کا تعلق دنیا کی ظاہری آنکھ سے ہے، یعنی ان کے مطابق وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دیکھنے کو ثابت کرتے ہیں، وہ دل سے دیکھنا ہے۔ اس طرح دونوں اقوال میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے۔ جو لوگ ظاہری آنکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت کرتے ہیں، ان کا قول مرجوح ہے۔

۲۳ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور پر اس وقت غشی نہ آئی، بلکہ آنکھوں سے ٹکٹکی باندھ کر دیدار یار کیا، دل ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے کلام الٰہی سمجھتا رہا، آنکھ بھی تصدیق کرتا رہا۔ حضرت عائشہ صدیقہ دیدار الٰہی کا انکار فرماتی ہیں، کیونکہ انہیں وہ احادیث نہ پہنچیں۔ اس لیے انہوں نے دیدار نہ ہونے پر کوئی حدیث پیش نہ کی، بلکہ آیت ﴿لَا تُدْرِکُهُ الْأَبْصَارُ﴾ سے دلیل پکڑی، حالانکہ اس آیت لَا تُدْرِکُ کے معنی یہ ہیں کہ آنکھیں دنیا میں رب کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ وہ دوسرا عالم تھا، جہاں حضور نے دیکھا، پھر حضور نے نظارہ کیا، ادراک نہ کیا اور ادراک گھیرنے سے ہوتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص840)

معراج والی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ الٰہی نہیں ہوا۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ ؟ قَالَ : نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ فرمایا: وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔''

(صحیح مسلم : 178)

صحیح مسلم کی اس روایت میں رَأَيْتُ نُورًا کے الفاظ بھی ہیں، جن کا مطلب بیان کرتے ہوئے امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (م۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ أَنَّهٗ لَمْ يَرَ رَبَّهٗ، وَلٰكِنْ رَّآى نُورًا عُلْوِيًّا مِنْ أَنْوَارِ الْمَخْلُوقَةِ .

''اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا بلکہ مخلوق (فرشتوں) کے نوروں میں سے ایک بلند نور دیکھا تھا۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث : 58)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ .

''جو آپ کو یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 4855، صحيح مسلم : 177)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

قَدْ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یقیناً اللہ تعالیٰ کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہے۔''

(سنن التّرمذي : 3280، وقال : حسنٌ، السّنة لابن أبي عاصم : 191/1، تفسير الطّبري : 52/27، التّوحيد لابن خزيمة : 490/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس قول کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ ذٰلِكَ بِخِلَافٍ فِي الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَمْ يَقُلْ : رَآهُ بِعَيْنَيْ رَأْسِهٖ .

''دراصل یہ تعارض نہیں ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ نہیں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر والی دو آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

(اجتماع جيوش الإسلامية لابن القيّم، ص 48)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْأَدِلَّةِ مَا يَقْتَضِي أَنَّهُ رَآهُ بِعَيْنِهٖ، وَلَا ثَبَتَ ذٰلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ، بَلِ النُّصُوصُ الصَّحِيحَةُ عَلٰى نَفْيِهٖ أَدَلُّ.

''کوئی دلیل ایسی نہیں، جس کا یہ تقاضا ہو کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، نہ یہ صحابہ کرام میں سے کسی سے ثابت ہے، نہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل ہے۔ اس کے برعکس صحیح نصوص اس کی نفی میں زیادہ واضح ہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 509/6)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا رُوِيَ ذٰلِكَ مِنْ إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ بِالْبَصَرِ فَلَا يَصِحُّ مِنْ ذٰلِكَ لَا مَرْفُوعًا بَلْ وَلَا مَوْقُوفًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، وہ نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے۔''

(الفُصول في سيرة الرّسول، ص 268)

۞ نیز فرماتے ہیں:

فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ ـيَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍـ أَطْلَقَ الرُّؤْيَةَ، وَهِيَ مَحْمُولَةٌ عَلَى الْمُقَيَّدَةِ بِالْفُؤَادِ، وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ بِالْبَصَرِ فَقَدْ أَغْرَبَ، فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

’’عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ اُن کی یہ بات دل کے ساتھ دیکھنے سے مقیّد کی جائے گی۔ جس نے آنکھوں کے ساتھ دیکھنے والی روایت بیان کی ہے اس نے منکر بات کی ہے، کیونکہ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ ثابت نہیں۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : 23/6)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ رَآهُ بِقَلْبِهِ، وَلَمْ يَرَ بِعَيْنِ رَأْسِهِ، وَقَوْلُهُ : ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى﴾(النّجم : ١١) ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ﴾(النّجم : ١٣) صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ هٰذَا الْمَرْئِيَّ جِبْرِيلُ، رَآهُ مَرَّتَيْنِ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ فِيهَا .

’’صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے ساتھ دیکھا تھا، سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ فرمانِ الٰہی : ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى﴾ (النجم:۱۱) ’’دل نے جو دیکھا تھا اسے جھٹلایا نہیں۔‘‘ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ﴾ (النجم:۱۳) ’’یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسری دفعہ دیکھا تھا۔‘‘ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ یہاں جس چیز کو دیکھنے کا ذکر ہے وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دو دفعہ اُن کی اس صورت میں دیکھا ہے، جس میں وہ پیدا کیے گئے تھے۔‘‘

(شرح العقیدۃ الطّحاویۃ :1/275)

❁ نیز لکھتے ہیں:

لٰكِنْ لَمْ يَرِدْ نَصٌّ بِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهُ بِعَيْنِ رَأْسِهِ، بَلْ وَرَدَ مَا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الرُّؤْيَةِ .

''لیکن نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، البتہ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے کے بارے میں دلائل ملتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية :222/1)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

جَاءَ تْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَارٌ مُطْلَقَةٌ، وَأُخْرٰى مُقَيَّدَةٌ، فَيَجِبُ حَمْلُ مُطْلَقِهَا عَلٰى مُقَيَّدِهَا .... وَعَلٰى هٰذَا فَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ إِثْبَاتِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَفْيِ عَائِشَةَ بِأَنْ يُّحْمَلَ عَلٰى رُؤْيَةِ الْبَصَرِ، وَإِثْبَاتُهُ عَلٰى رُؤْيَةِ الْقَلْبِ، ثُمَّ الْمُرَادُ بِرُؤْيَةِ الْفُؤَادِ رُؤْيَةُ الْقَلْبِ، لَا مُجَرَّدُ حُصُولِ الْعِلْمِ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِاللّٰهِ عَلَى الدَّوَامِ، بَلْ مُرَادُ مَنْ أَثْبَتَ لَهُ أَنَّهُ رَآهُ بِقَلْبِهِ أَنَّ الرُّؤْيَةَ الَّتِي حَصَلَتْ لَهُ خُلِقَتْ فِي قَلْبِهِ، كَمَا يَخْلُقُ الرُّؤْيَةَ بِالْعَيْنِ لِغَيْرِهِ، وَالرُّؤْيَةُ لَا يُشْتَرَطُ لَهَا شَيْءٌ مَّخْصُوصٌ عَقْلًا، لَوْ جَرَتِ الْعَادَةُ خَلَقَهَا فِي الْعَيْنِ ـ

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کچھ روایات مطلق آئی ہیں اور کچھ مقیّد۔ضروری

ہے کہ مطلق روایات کو مقید روایات پر محمول کیا جائے .... یوں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو آنکھوں کی رؤیت پر محمول کیا جائے اور سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو دل کی رؤیت پر محمول کیا جائے ۔ پھر دل کے دیکھنے سے دیکھنا ہی مراد ہے نہ کہ صرف جاننا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے ۔ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا اثبات کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح عام لوگوں کی آنکھ میں رؤیت پیدا کی جاتی ہے، ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں رؤیت پیدا کی گئی ۔ عقلی طور پر رؤیت کے لیے کوئی خاص شرط نہیں، اگرچہ عادت یہ ہے کہ یہ آنکھ میں ہی پیدا ہوتی ہے۔''

(فتح الباري : 474/8)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورت نجم کی آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھ) سے دو مرتبہ دیکھا۔''

(صحيح مسلم : 176)

❁ نیز فرماتے ہیں:

رَآهُ بِقَلْبِهِ . ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھ) سے دیکھا۔''

(صحيح مسلم : 176)

تنبیہ:

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

رُؤْيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ فِي دَارِ الدُّنْيَا بَلْ كَانَتْ فِي الْمَلَكُوتِ الْعُلْيَا وَالدُّنْيَا لَا تُطْلَقُ عَلَيْهَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کوملکوت علیا (آسمانوں) میں دیکھا ہے، نہ کہ دنیا میں،ملکوت علیا پر دنیا کا اطلاق نہیں ہوتا۔''

(عمدة القاري :291/1)

قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکوت علیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہو، جب دیکھا ہی نہیں،تو دارِ دنیا اورملکوت علیا کی بات کرنا ہی درست نہیں۔ اہل سنت والجماعت میں سےکوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

۲۴ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض کرنے پر نمازیں کم کرنے کے لیے بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور ہر بار رب کا جمال دیکھا، بلکہ آج رات موسیٰ علیہ السلام کی تمنا پوری ہوئی،طور والی آرزوۓ دیدار آج برآئی، کہ آئینہ رخسار مصطفیٰ میں یار کے نظارے انہیں بھی میسر ہوۓ۔''

(تفسیرنورالعرفان،ص841)

بےحقیقت بات ہے۔شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارالٰہی نہیں ہوا،تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آرزو کیسے پوری ہوئی؟

۲۵ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''رب فرماتا ہے:﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ

بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ لہٰذا یہ آیت غیر مقلدوں کی دلیل نہیں بن سکتی، قیاس کے انکار کے لیے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص842)

اہل حدیث (غیر مقلد) مسلک محدثین کے پیروکار ہیں اور ان کے مسلک سے سرمو منحرف نہیں۔ جو دلائل محدثین کے ہیں، وہی دلائل ان کے ہیں۔ اگر محدثین قیاس کو مانتے ہیں، تو بالیقین آج اہل حدیث بھی قیاس کو مانتے ہیں، البتہ قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف قیاس کو نہیں مانتے۔

(۳۶) مفتی صاحب سورت قمر (۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''علامہ احمد ضریونی نے شرح عقیدہ بردہ میں فرمایا کہ ابوجہل نے اپنے یمنی دوست حبیب یمنی کو بلایا، تاکہ وہ مکہ والوں کو اسلام سے روکنے میں اس کی مدد کرے، حبیب مکہ معظّمہ آیا، تو ابوجہل نے حضور کی بہت شکایتیں کیں، اس نے کہا کہ اچھا، میں ان سے بھی مل کر دریافت کرلوں، حضور کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ میں یمن سے آیا ہوں، فلاں جگہ سرداران قریش کے ساتھ بیٹھا ہوں، آپ سے ملنا چاہتا ہوں، یہ رات کا وقت ہے، چودھویں شب تھی۔ حضور تشریف لے گئے، حبیب نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ کیا دعوت دیتے ہیں، حضور نے فرمایا: اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی۔ حبیب بولا کہ آپ کے پاس معجزہ کیا ہے؟ فرمایا: جو تو چاہے۔ حبیب نے کہا کہ میں دو معجزے چاہتا ہوں، ایک یہ کہ آپ چاند چیر دیں، دوسرا مطالبہ پھر عرض کروں گا۔ حضور نے فرمایا کہ اچھا، صفا پہاڑ پر چل۔ حبیب مع تمام سرادارن قریش کے حضور کے

ساتھ صفا پر گئے، حضور نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ ہو گیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف، دوسرا اُس طرف، بہت دیر کے بعد خوب دیکھ کر پھر جو اشارہ کیا، تو دونوں ٹکڑے مل گئے۔ حضور نے پوچھا: حبیب دوسرا مطالبہ کرو، وہ بولا کہ حضور! خود معلوم کرلیں کہ میرے دل میں کیا ہے؟ تب سرکار نے فرمایا کہ تیری ایک لڑکی ہے، لنگڑی لوہلی، اندھی بہری جوان ہو چکی ہے، تو چاہتا ہے کہ یا تو اسے شفا ہو جائے، یا مر جائے۔ جا اُسے شفا ہو گئی اور تو یہاں کلمہ پڑھ لے۔ حبیب اور بہت سے لوگ ایمان لے آئے، ابوجہل نے کہا: یہ سب جادو ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص844)

شق قمر حق ہے، البتہ یہ واقعہ بے ثبوت ہے۔

۲۷۔ مفتی صاحب سورت قمر (۱۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی اس کشتی کو بطور نشانی ہم نے عرصہ تک باقی رکھا، چنانچہ حضور کے بعض صحابہ نے اس کشتی کو دیکھا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص845)

بے حقیقت بات ہے۔ آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کشتی اور قوم نوح کا ذکر باقی رکھا۔

۲۸۔ مفتی صاحب سورت رحمٰن (۱۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرت علی و فاطمہ زہرہ سے حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین موتی مونگے کی طرح پیدا ہوئے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص848)

یہ تفسیر روافض کی تقلید میں کی گئی ہے۔

۲۹۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جوکوئی ہر رات کو سورت واقعہ پڑھ لیا کرے، اسے کبھی فاقہ نہ ہو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص852)

یہ روایت عمل الیوم واللیلہ لابن سنی (۶۸۲) اور فضائل القرآن لابن ضریس (۲۲۶) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ شجاع اور ابوظبیہ دونوں مجہول ہیں، نیز ابوظبیہ کا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔